© rasailojaraid.com

تفسیر ماتریدی
یا
تاویلات اهل السنة
(۶)

ڈاکٹر محمد صغیر حسین معصومی

وقوله عز و جل : '' وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا ،، اور اگر تم کسی قسم کے شک میں ہو اس قرآن کے بارےمیں جس کو ہم نے اپنے بندے (حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و سلم) پر نازل کیا ہے۔ یعنی اگر تم یہ شک کرتے ہو کہ قرآن (انسانی) پیدا کی ہوئی، گڑھی ہوئی، کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے، چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے قول کو جابجا بیان کیا ہے : ''ان هذا الا اختلاق ،، (: سورہ ۷) یہ قرآن تو اپنے من کی پیدا کی ہوئی (کتاب) ہے، نیز: ''ماهذا الا افك مفترى (سبا : ۴۳)، یہ تو صرف ایک بہتان ہے جو اللہ پر تھوپا گیا ہے، اور: ''ماهذا الا سحر،، (القصص : ۳۶) یہ تو صرف ایک جادو ہے۔ تو ایسا شک کرنا صحیح ہوتا اگر کوئی شخص اس طرح کا کلام پیدا کر سکتا۔ (آگے ارشاد ہوتا ہے :)

وقوله : '' فاتوا بسورة من مثله ،، ۔ تو تم لوگ اس قرآن کے مثل ایک سورہ (قطعہ) لاؤ۔

یعنی تم بھی ویسا ہی انشاء کرو جیسا کہ انہوں نے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے زعم میں) انشاء کیا ہے، کیونکہ تم اور وہ جوہر، حسب اور زبان میں برابر ہیں۔ وہ تم سے انشاء اور پیدا کرنے میں بہتر نہیں ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وقوله : ''و ادعوا شهداء کم من دون الله ان کنتم صادقین''، اور تم الله کے سوا اپنے سارے مددگاروں (شعراء اور خطباء) کو بلاؤ ۔ (کہ ایسا کلام انشاء کریں) اگر تم سچے ہو،

یعنی تم اپنے ان خداؤں سے جن کو اللہ کے سوا تم پوجتے ہو بلاؤ کہ ایسے کلام کی انشاء کرنے میں تمہاری مدد کریں، اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ یہ قرآن (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی) انشاء کردہ ہے جس کو اللہ کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے۔

کہا جاتا ہے: 'ادعوا شهداء کم، کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے شاعروں اور خطیبوں کو بلا لو کہ ایسے کلام کی تخلیق میں تمہاری اعانت کریں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے: ''ادعوا شهداء کم'' کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے گواہوں — توریت، انجیل، زبور اور ان ساری کتابوں — کو جو گذشتہ پیغمبروں پر نازل کی گئی ہیں، بلالو کہ وہ گواہی دیں کہ یہ (قرآن) اپنی تخلیق ہے اور اللہ پر افتراء باندھی ہوئی ہے۔

وقوله : ''فان لم تفعلوا و لن تفعلوا'' : اگر تم لوگوں نے (ایسا) نہیں کیا، اور تم لوگ ہرگز نہیں کر سکتے، (یعنی کلام اللہ کے مثل کوئی سورہ انشاء نہیں کر سکتے).

(اس آیت کے معنی میں) چند احتمالات ہیں :

(اول) احتمال یہ ہے کہ ان (مشرکین) نے اس آیت کے نزول کے بعد اقرار کر لیا کہ وہ ایسا کلام انشاء کرنے سے عاجز ہیں، انہوں نے کوئی تکلف نہیں برتا، اور نہ وہ اس امر میں مشغول ہوئے (کہ ایسا کلام موزوں کریں)، کیونکہ اللہ بزرگ و برتر نے ان کی (اس خواہش کو) دور کر دیا کہ ایسا کلام موزوں کرنے کی لالچ کریں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(دوم یہ کہ وہ ایسا کلام نہیں لاسکتے کہ) انہوں نے پوری کوشش کی اور سارا زور صرف کیا کہ روشنی بجھا دیں تاکہ ان کا یہ قول سچ ثابت ہو جائے کہ یہ (قرآن) اپنا پیدا کردہ گڑھا ہوا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ یہ قرآن سارے عالم کے پالنہار کا کلام ہے جھوٹ ثابت ہو جائے۔

ان مشرکین کے اپنی عاجزی کا اقرار کر لینے اور قرآن کے مثل کوئی کلام موزوں کرنے سے باز آجانے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ قرآن حکیم رب العالمین کا کلام ہے جس کو اللہ جل شانہ نے اپنے نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے۔

و قولہ : " فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ " تو تم لوگ اس آگ سے بچو جس کے ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

' وقود ' ' واؤ ' کے زبر کے ساتھ لکڑی اور پیش کے ساتھ آگ کے معنی میں ہے۔

اللہ بزرگ و برتر یہ خبر دیتا ہے کہ اس آگ کی لکڑی انسان ہیں، جب بھی وہ جل چکیں گے اپنی پہلی حالت میں لوٹا دئے جائیں گے اور اولین حالت میں بدل دئے جائیں گے، چنانچہ (ایک دوسری جگہ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "کلما نضجت الخ (النساء : ٥٦) جب بھی ان کے چمڑے پک جائیں گے ان کے چمڑوں کو دوسرے چمڑوں سے بدل دیا جائے گا"۔

'حجارہ' کے دو معنے ہیں: (١) بعض لوگوں نے "گندھک" بیان کیا ہے اور بعض نے (٢) بعینہ پتھر کہ نہایت سخت ہوتے ہیں اور جلنے میں بھی سخت ہیں اور سیاہ ہونے میں بھی زیادہ ہیں۔

وقولہ : "اعدت للکافرین" : یہ آگ کافروں کے لئے مہیا کی گئی ہے۔ اس آیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثابت ہوتا ہے کہ کافروں کے سوا دوسروں کے لئے یہ آگ مہیا نہیں کی
۔

— — — —

یت شریفہ کا مضمون معتزلہ کے عقیدے کے خلاف ہے، ان کا عقیدہ
کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہمیشہ 'نار' میں رہے گا، حالانکہ مرتکب
کو وہ کافر نہیں کہتے۔ معتزلہ کے زعم میں یہ آگ کافروں کے لئے بھی
ی گئی ہے۔ یہ بات ثابت ہے کہ ایمان‌دار بھی نافرمانی کرنے کی وجہ
چھ گناہوں کے بوجھ اٹھانے کی وجہ سے، نیز بعض برائیوں کے عوض، عذاب
تلا کئے جائیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے جیسے چاہتا
اب دیتا ہے (اور دیگا)، مخلوق کو اس بارے میں کوئی حکم (عمل)
نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''لا یشرك فی حکمه احداً (الکہف: ۲۶)
حکم میں اللہ تعالیٰ کسی کو شریک نہیں بناتا''۔

کچھ لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ مشرکین کے بچے جنت میں ہوں گے،
ہ جنت ان کے لئے نہیں ہے، جنت تو ایمان والوں کے لئے بنائی گئی ہے،
ہر ہے) کہ ایمان والوں کے سوا دوسرے لوگ بھی جنت میں داخل
ے ہیں، اور ہمیشہ رہ سکتے ہیں۔ اسی طرح دوزخ (نار) اگرچہ کافروں
ہ ہے، مگر کافروں کے سوا دوسرے لوگ بھی عذاب دئے جا سکتے ہیں
ر میں ہمیشہ رہ سکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''فاما الذین
ہ وجوھھم أکفرتم بعد ایمانکم'' (آل عمران: ۱۰۶) (اللہ تعالیٰ کہے گا
ہ جن کے چہرے سیاہ ہوچکے ہیں: ''کیا تم لوگوں نے ایمان لانے
د کفر کیا؟''۔ اس آیت شریفہ میں 'کفر' کی شرط ایمان کے بعد بیان
ں ہے۔ پھر وہ شخص جس کی پیدائش کفر کی حالت میں ہوئی ہے اور وہ
جو ایمان کے بعد کفر کرتا ہے دونوں (نار میں) ہمیشہ رہنے میں
ہیں (دونوں میں کوئی فرق و امتیاز نہیں)۔ اس لئے مرتکب کبیرہ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کافر دونوں ہمیشہ نار میں رہنے میں برابر ہیں۔

جواب میں ان لوگوں سے یہ کہا جائے گا کہ ہر کافر کی خلقت (پیدائش) اپنے پروردگار کی وحدانیت کی گواہی دیتی ہے۔ مگر چونکہ اس نے اپنے نفس میں غور و خوض کرنا ترک کر دیا ہے، اور کجروی اختیار کی تو گویا اس نے ایمان کے بعد کفر کا ارتکاب کیا، کیونکہ (یہ حقیقت) نہیں ہے کہ وہ ایمان دار تھا اور اب کافر ہو گیا۔

اطفال مشرکین کے بارے میں انہوں نے جو کچھ کہا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مشرکین کے بچے جنت میں ہمیشہ اس لئے رہیں گے کہ ان بچوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیک بدلہ دیا جائیگا، اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بدلہ دے، اگرچہ کوئی کام سپرد نہ ہو، نہ کوئی کارخانہ، یہ صرف اس کی مہربانی اور فضل ہے، اور عزت افزائی نیز اکرام و فضل کے لئے اللہ تعالیٰ بغیر کسی عمل و فعل کے ثواب بخش سکتا ہے، اور انعام عطا کرسکتا ہے،

البتہ عقل اس بات کو جائز نہیں سمجھتی کہ کسی کو بغیر کسی گناہ اور جرم کے عذاب میں ڈالا جائے (واللہ اعلم)۔

وقولہ: ''و بشر الذین امنوا و عملوا الصالحات،، اور خوشخبری دے دیجئے ان لوگوں کو جو ایمان لاچکے اور نیک عمل کرتے رہے۔

یہ آیت شریفہ ان لوگوں کے خلاف ہے (یعنی معتزلہ کے جو ساری فرماں برداریوں اور عبادات کو ایمان گردانتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایمان کی نسبت کی ہے، اعمال صالحہ کو الگ بیان کیا ہے، البتہ نیک اعمال کی بدولت وہ بشارت کے مستحق ٹھہرے، اور خوف و ڈر ان سے دور کردیا گیا۔

یہ بات بھی قرین قیاس ہے کہ نیک اعمال میں دل کا عمل شامل ہے، اور دل کا عمل یہ ہے کہ دل والا اپنے عقیدے کو خالص اللہ کے لئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنائے ۔ منافق کے عقیدے کی طرح اپنے ایمان کو نہ بنائے کہ جس کا اظہار اہل نفاق زبان اور لفظ سے کرتے ہیں اور دل میں اس کا ثبوت نہیں پاتے ۔

وقولہ : ''ان لھم جنات تجری من تحتھا الانھار'' ، بیشک ان کے لئے بہت سے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ۔ جنات سے مراد باغ ہیں ۔

'من تحتھا الانھار' کے چند معانی بیان کئے گئے ہیں :

۱ ۔ باغ صرف زمین اور خاص قطعۂ ارضی کا نام نہیں، بلکہ اس قطعہ کو کہتے ہیں جس میں بہت سے درخت ہوں، اور جس میں طرح طرح کے پھل والے درخت اور پودے ہوں اسکو بستان، باغ ، کہتے ہیں ۔

۲ ۔ باغوں کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، یعنی ان کے درختوں اور پودوں کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ۔

۳ ۔ باغوں کے تحت کا مفہوم یہ ہے کہ باغ میں جن حصوں پر نظر پڑتی ہے پانی کی نہریں ہیں ، کہ یہ معنی نہایت عمدہ، طرب انگیز اور واضح ہے ۔

۴ ۔ بعضوں نے من تحتھا کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ بلند حصوں کے زیرین حصے میں نہریں جاری ہوں گی زمین کے نیچے نہیں، جیسا کہ دنیا میں بعض مقامات میں پانی زیر زمین ہوتا ہے ، دلیل میں وہ حدیث موجود ہے کہ ہر بال کے نیچے جنابت (ناپاکی) ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جسم کے نیچے نہیں بلکہ بالوں کا جو حصہ اوپر ظاہر ہے اس کے نیچے ناپاکی ہے، اسی طرح باغوں کے محلات اور تفریح گاہوں کے زیریں حصوں میں نہریں جاری ہوں گی ۔ واللہ اعلم ۔

وقولہ : ''کلما رزقوا منھا من ثمرۃ رزقاً قالوا ھذا الذی رزقنا من قبل'' ، جب بھی ان باغوں کا کوئی پھل انہیں دیا جائے گا ، تو (اہل جنت) کہیں گے کہ یہ وہی ہے جس کو پہلے ہم کھا چکے ہیں'' ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

'رزقنا من قبل، کے چند معانی بیان کئے گئے ہیں :

۱ - دنیا میں پہلے ہمیں دیا جا چکا ہے،

۲ - ہمیں دنیا میں وعدہ کیا گیا تھا کہ جنت میں یہ ہے -

۳ - جنت ہی میں ہم پہلے بھی دئے جاچکے ہیں -

وقوله : '' و اتوابه متشابهاً '' ، اور وہ دئے جائیں گے طرح طرح کے (پھل) اس آیت کی تشریح کئی طرح کی گئی ہے :

۱ - دیکھنے میں ایک طرح کے پھل دئے جائیں گے جنکا مزہ مختلف ہ

۲ - مزہ میں ایک دوسرے کے مانند، دیکھنے میں نیز رنگ میں ہوں گے، کہ بعض پھل نظروں میں بہت بھاتے ہیں کھانے میں

۳ - ظاہری خوبیوں، خوبصورتی اور چمک دمک میں ایک دوسر ملتے جلتے ہوں گے -

وقوله : ''ولهم فيها ازواج مطهرة،، اور ان کے لئے (ان باغوں طرح طرح کے پاک و صاف جوڑے ہوں گے - اس کا مفہوم بھی کئی بیان کیا گیا ہے :

۱ - یعنی یہ بیویاں سوء خلق اور دناءت سے پاک ہوں گی، د عورتوں کی طرح نہ ہوں گی جو ان باتوں سے مبرا نہیں ہوتی ہیں -

۲ - یہ بھی مفہوم ہے کہ بیماریوں اور ناپاکیوں سے پاک ہو دنیا میں تو لوگ ان کے شکار ہوتے رہتے ہیں، ناپاکی، میل اور ماہواری سے پاک و صاف نہیں ہو سکتے -

۳ - یہ معانی بھی بیان کیا گیا ہے کہ جنت کی بیویاں صاف اور جوہر میں بھی شفاف ہوں گی، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ان کے اعض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صاف شفاف ہوں گے کہ ان کی ٹانگوں کی ہڈیوں کا مغز جھلکتا دکھائی دیگا۔

۳۔ یہ مفہوم بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ پاک و صاف یعنی نہایت پسندیدہ اور مہذب ہوں گی۔

وقولہ : ''وھم فیھا خالدون،، اور وہ لوگ جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ یعنی ہمیشہ وھیں ٹھہرے رہیں گے۔

— — — —

اس آیت شریفہ کا مضمون فرقہ جہمیہ(۱) کے عقیدے کی تردید کرتا ہے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جنت اور جنت کی ساری چیزیں فنا ہو جائیں گی۔ ان کا دعوی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اول آخر اور باقی ہے، اگر جنت فنا نہ ہوئی باقی رہی تو صرف تشبیہا ایسا ہوگا۔

ہمارے نزدیک ایسا عقیدہ رکھنا وہم اور زعم باطل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں اول، اپنی ذات میں آخر اور اپنی ذات میں باقی ہے، اور جنت و مافیہا اپنے سوا کے ساتھ باقی ہیں۔

اگر مذکورہ امور میں 'تشبیہ، و مجاز کا اعتبار کیا جائےگا تو ''عالم، سمیع بصیر،، میں بھی تشبیہ کا اعتبار ہوگا، اور مخلوق میں بقاء کی حالت میں بھی

۱۔ جہم بن صفوان راسبی کے پیروکاروں کو جہمیہ کہتے ہیں۔ جہم کے بارے میں علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ (رقم ۱۰۸۳) میں لکھا ہے کہ : یہ شخص گمراہ، بدعت پھیلانے والا، اور جہمیہ کا سردار سمجھا جاتا ہے، چھوٹے (پچھلے) تابعین کے زمانے میں کفر کردار کو پہنچا، اس سے کوئی روایت ثابت نہیں، البتہ بڑا شر پھیلایا۔

طبری فرماتے ہیں (دیکھئے حوادث سنہ ۱۲۸) یہ حارث بن سریج کا سکریٹری تھا، حارث نے بنو امیہ کے آخری عہد میں خراسان میں خروج کیا تھا۔

جہمیہ کا عقیدہ ہے کہ انسان مجبور ہے، اور عمل سے اس کو چھٹکارا نہیں، ان کے زعم میں ایمان صرف اللہ کے جاننے کو کہتے ہیں، اور کفر اللہ کے نہ جاننے کو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے کوئی فعل یا عمل نہیں، لوگوں کی طرف ان کے اعمال کی نسبت مجازاً کی جاتی ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے : زالت الشمس، دارت الرحی، (آفتاب ڈھل گیا، چکی گھومنی رہی)۔

اسی طرح ان کا زعم ہے اللہ کا علم حادث ہے، اور دوزخ و جنت فنا ہوجائیں گے دیکھئے : التبصیر ص ٦٢، الملل و النحل ۸٦/۱، الفرق بین الفرق ص ۲۱۱۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تشبیہ ہوگی ۔ اور اگر ان امور میں تشبیہ متصور نہیں ہو تو اولاً ذکر کی ہوئی اشیاء میں بھی اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا ۔

نیز اللہ تعالیٰ نے جنت کو ایک ایسا گھر بنایا ہے جو سارے عیوب سے پاک ہے، چنانچہ اسی وجہ سے جنت کا نام ''دار قدس'' اور ''دار سلام'' بتایا ہے ۔

اگر جنت آخر کار فنا ہو جائے گی تو فنا ہونا تو سب سے بڑا فتنہ اور عیب ہے، کسی انسان کی زندگی کیوں کر مبارک کہلا سکتی ہے، جبکہ اس کی زندگی زوال پذیر ہے، ساری نعمت ایسی جنت والے کے حق میں کڑوی ہو جائے گی

چونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو سارے عیوب سے پاک بنایا ہے، اور فنا ہونا سب سے بڑا عیب ہے، اس لئے خلود سب سے بڑی نعمت سمجھی جائے گی۔ اور جنتیوں کے لئے یہی سب سے زیادہ السب ہے ۔

وقولہ : ''ان اللہ لا یستحی ان یضرب مثلا ما بعوضۃ فما فوقھا''، بیشک اللہ تعالیٰ اس بات سے نہیں شرماتا کہ کسی مچھر یا اس سے بڑھ کر (کسی کیڑے) کی مثل بیان کرے ۔

یہ آیت کفار کے 'واللہ عالم، قول کے جواب میں ہے، جس کا ذکر صحابہ سے ثابت ہے کہ کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، جیسا کہ بعض اہل تاویل نے بیان کیا ہے(۱)، کہا : اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے رب کو حیا نہیں کہ مچھر اور مکھی جیسے (مکڑی وغیرہ) کیڑے مکوڑوں

---

۱ - ابن جریر (طبری) کا بیان ہے : موسی بن ہارون، نے بواسطۂ عمرو بن حماد، اور اسباط نے سدی سے ایک خبر میں بواسطۂ ابو مالک بیان کیا ۔ اور بواسطۂ ابو صالح ابن عباس سے، اور بواسطۂ مرہ ابن مسعود سے نیز چند اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ جب اللہ نے دونوں مثالیں دی گئیں (و مثلھم کمثل الذی استوقد نارا (۲) او کصیب من السماء (تینوں آیتیں) تو بعض منافقین نے کہا : ایسی مثالیں بیان کرنے سے اللہ ارفع واجل ہے اور اس کو سزاوار نہیں) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی : ''ان اللہ لا یستحی الخ''، دیکھئے تفسیر طبری ج ۱ ص ۴۰۰، تحقیق شاکر۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا ذکر کرتا ہے، اور اپنی تحقیر کرتا ہے، زمین کے بادشاہ تو ایسی چھوٹی چیزوں کا ذکر نہیں کرتے، اور اپنے لئے اس کو باعث شرم سمجھتے ہیں۔

اللہ عزوجل نے جواب میں فرمایا: "ان اللہ لا یستحی"، الآیۃ (بیشک اللہ شرم محسوس نہیں کرتا) چونکہ دنیا کے بادشاہ ان چھوٹی چیزوں کی طرف حقارت سے دیکھتے ہیں اور ان کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں اس لئے کراہت و ناپسندیدگی کی وجہ سے ان کے ذکر سے شرماتے ہیں،

اللہ بزرگ و برتر (ان کا خالق و رب ہے) ان کے ذکر سے نہیں شرماتا، بلکہ ان کی پیدائیش سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت کا اظہار مقصود ہے کہ بڑی سے بڑی اور چھوٹی سی چھوٹی چیز پیدا کرنے اور پالنے میں یکسانیت کا اظہار کرتا ہے۔ اگر سارے خلایق اکھٹے ہوجائیں اور اپنی اجتماعی طاقت سے ایک چھوٹے مچھر یا مکھی کی صورت جیسی کوئی چیز پیدا کرنا چاہیں (تو نہیں کر سکتے)، اور اس کے اعضا، منہ، ناک، پیر ہاتھ، مدخل و مخرج وغیرہ کو ترکیب دینا چاہیں تو ہرگز ہرگز ایسا نہیں کرسکتے۔ البتہ بڑے جسم والے میں کچھ قدرت دکھا سکیں (تو ممکن ہے)۔

تو ان منافقین نے ان حقیر اشیاء کی لطافت و نزاکت اور ان کی عجیب ترکیب و پیدائش کی طرف نہیں دیکھا صرف ان کی ناچیزگی اور تحقیر، اور کمینگی کی طرف نگاہ کیا۔

— — — —

اهل کلام (یعنی علماء علم کلام) نے اللہ تعالیٰ کی طرف حیاء کی نسبت کرنے میں اختلاف کیا ہے: کچھ لوگوں سے جواز ثابت ہے کیونکہ حدیث میں ہے: "ان اللہ یستحی ان یعذب من شاب فی الاسلام"، : اللہ تعالیٰ شرماتا ہے کہ ایسے شخص کو عذاب دے جو اسلام کی حالت میں بوڑھا ہوا (۱)۔

۱۔ ابن حبان نے حضرت انس رض سے مرفوعا روایت کیا ہے: "انی لاستحیی من عبدی و امتی لیشیب رأسهما فی الاسلام ثم اعذبهما بعد ذلك، ولانا اعظم عفوا من ان استر علی عبدی ثم افضحه، ولا ازال اغفر لعبدی ما استغفرنی"۔ (بے شک میں اپنے ان غلام اور اپنی اس لونڈی سے جن کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ تعالیٰ کی طرف حیاء کی نسبت اسی طرح جائز ہے جیسے تکبر
اور مخادعت کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لئے کیا گیا ہے۔ (اور وجہ منا
یستھزی بھم،، کی تفسیر میں گزر چکی)۔

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حیا کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف
نہیں، کیونکہ اس کا مفہوم الگ رہنا اور اعراض کرنا ہے اور یہ
سے بعید ہے کہ اعراض کرے۔ البتہ یہاں 'حیا، 'رضا، کے معنے میں
حیا ترک کرنے کو کہتے ہیں، تو آیت (یعنی لایستحیی) کا مفہو
کہ وہ نہ چھوڑے گا نہ ترک کریگا،،۔

سر اسلام کی حالت میں بوڑھے ہوئے ہیں شرماتا ہوں کہ ان کو (اتنے دنوں کے ا
عذاب دوں، میرے عفو کی صفت اس سے ارفع و اعلی ہے کہ اپنے بندے کے عیوب
پھر اس کی فضیحت کروں، اور جب تک میرا بندہ مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے
کی مغفرت کرتا رہوں گا۔،،

ابن حبان نے ساتھ ھی لکھا ہے: یہ حدیث باطل ہے اور اس کی کوئی
صاحب اللآلی نے اس حدیث کو چند طریقوں سے روایت کی ہے، مگر سب کے
ہیں، ایک طریق میں ایوب بن ذکوان ہے جو متروک ہے دوسرے تیسرے طریق
جو انس سے جھوٹے طور پر روایت کرتا ہے۔ چوتھے میں نعیم ہے جو کذاب ہے
میں العلاء بن زید کذاب، اور چوتھے میں احمد بن عبید حدثنا عمرو بن جریر ہے،
کا ذکر سیوطی نے اچھے الفاظ میں کیا ہے مگر اس کا شیخ کذاب ہےجس کا ذ
یہی حال دیگر اسانید و طرق کا ہے، دیکھو الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضو

© rasailojaraid.com